باب#۱۰۳

یثرب کی جانب مسلمانوں کی منتقلی!

۱۴۲ اوّلین مہاجرینِ یثرب

۱۴۴ ہجرت کے چند مناظر

۱۴۵ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

۱۴۸ دو گرفتار عازمینِ ہجرت کی قید سے رہائی

۱۴۹ رجز ہجرت - ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ

۱۵۱ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت میں تاخیر کیوں ہوئی

باب#۱۰۳

یثرب کی جانب مسلمانوں کی منتقلی!

ہجرت کے معنی چھوڑ دینا، الگ ہو جانا یا دور ہو جانا یا ترک کر دینا ہے۔ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّل اور سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر میں یہ لفظ اِنھی معانی میں آچکا ہے۔ اصطلاحاً، اللہ کے لیے ترکِ وطن کو ہجرت کہا گیا ہے۔ ہجرت میں اللہ کی خاطر، اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے ایک مومن سارے مفادات، گھر بار، مال دولت، تعلقات کو پسِ پشت ڈال کے ترکِ وطن کر کے محض اللہ توکل پر ایک اجنبی ماحول کی جانب روانہ ہو جاتا ہے۔ مکہ سے حبشہ اور یثرب کو ہجرت میں بھی یہی روح اور نیت کار فرما تھی، اس اعتبار سے یہ ایک اعلیٰ درجے کی عبادت ہے، جو ضرورت پڑنے پر دینی فرض بن جاتا ہے۔ بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: مجھے [اظہارِ دین کی اس جاری کشمکش میں] تمھارا مقام ہجرت دکھا دیا گیا ہے۔ یہ لاوے کے دو پہاڑوں کے درمیان واقع نخلستانی علاقہ ہے۔

اوّلین مہاجرینِ یثرب

بیعتِ ثانیہ کے بعد نبی ﷺ نے اپنے ساتھیوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یثرب کی جانب چلے جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: اللہ نے تمھارے دم ساز و مددگار بنا دیے ہیں اور ایسی سرزمین دے دی ہے جہاں تم اطمینان سے رہ سکتے ہو۔ اس کے بعد صحابہؓ نے مدینے کی جانب ہجرت شروع کی۔ سابقہ بیش تر مہاجرینِ حبشہ بھی مدینے ہی آ گئے۔ مصعبؓ بن عمیر نے بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد نبی ﷺ کے ساتھ مکّے میں کچھ وقت گزارا پھر اپنی سرگرمیوں کے مرکز، یثرب کو ہمیشہ کے لیے لوٹ گئے۔ براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مصعبؓ بن عمیر اور (ان کے بعد) عمرو بن ام مکتومؓ ہمارے پاس مدینہ آئے۔ یہ دونوں انصار کو [گزشتہ ایک برس سے] قرآن سکھاتے تھے۔ ان کے بعد بلالؓ، سعدؓ اور عمار بن یاسرؓ نے شہر یثرب کی جانب ہجرت کی۔ پھر سیدنا عمر بن الخطابؓ بیس اصحاب النبیؐ کے ساتھ تشریف لائے (بخاری، ۳۹۲۵؛ احمد ۱۸۴۲۱)۔ براءؓ کہتے ہیں کہ ہم نے مصعبؓ سے [جب وہ مکّے سے یثرب پہنچے تو] پوچھا: رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: آپؐ اپنے گھر میں ہیں، البتہ آپؐ کے صحابہؓ ہمارے پیچھے آ رہے ہیں (احمد، ۳)۔

چناں چہ بیعت عقبہ ثانیہ کے صرف دو ماہ اور چند مزید دنوں کے اندر اندر تمام مومنین مکّے سے مدینے کی جانب ہجرت کر گئے۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد قریش کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے ہجرت شروع کر دی۔ سب سے پہلے جانے والوں میں رسول اللہ ﷺ کے کچھ رشتے دار، جحش اور اُمیمہؓ کے بیٹے اور بیٹیاں، عبداللہؓ اور اُن کے نابینا بھائی احمد، اُن کی دو بہنیں زینبؓ اور حمنہؓ تھیں۔ اِن کے ساتھ بنی اسد اور بہت سے افراد تھے جو ابو شمس خاندان کے حلیفوں میں سے تھے۔ حمزہؓ اور زیدؓ بھی چلے گئے، لیکن اُنھوں نے وقتی طور پر اپنی بیویوں کو عارضی طور پر مکے ہی میں چھوڑ دیا لیکن دامادِ رسول ﷺ عثمان بن عفّانؓ اپنی بیوی کو ساتھ لے گئے۔ عمرؓ نے بھی اپنی بیوی زینبؓ، بیٹی حفصہؓ اور کم سِن بیٹے عبداللہ کو ساتھ لیا۔ حفصہؓ کے شوہر قبیلہ سہم کے خمیسؓ بھی اِن کے ہم راہ تھے۔ ابو سلمہ کے سوتیلے بھائی ابو صبرہؓ نے اپنی بیوی اُمِّ کلثومؓ کو ساتھ لیا، یہ سہیل کی بیٹی تھیں۔ اِن کے علاوہ جانے والوں میں رسول اللہ ﷺ کے نو عمر چچازاد بھائی زبیرؓ اور طلیبؓ بھی شامل تھے۔

مکہ میں کچھ ایسے مسلمان ضرور رہ گئے تھے جنھیں مشرکین نے زبردستی روک رکھا تھا یا ایک آدھ جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے ہوں اور اپنے ایمان میں اتنی جرأت نہیں پاتے تھے کہ ہجرت کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنا ساز و سامان تیار کر لیا تھا، روانگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم کا انتظار کر رہے تھے، آپؐ نے اپنے ساتھ ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما کو بھی روکا ہوا تھا۔ ابو بکر صدیقؓ کا رختِ سفر بھی بندھا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی جانب سے تمام مسلمانوں کو مکّے ہجرت کے حکم پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی سفر مدینہ کے لیے ساز و سامان تیار کر لیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ، توقع ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔ ابو بکرؓ نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا! کیا آپؐ کو اس کی امید ہے۔ آپؐ نے فرمایا "ہاں" چناں چہ ابو بکرؓ رُکے رہے تاآں کہ آپ ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم مل جائے اور اُنھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر اور خدمت کی سعادت حاصل ہو جائے۔ کون جانتا تھا کہ اسلام کے افق کا یہ تاباں ستارہ جس کے توسط سے اسلام کو عشرہ مبشرہ کے دس میں سے سات ارکان فراہم ہوئے، جس کے مال نے بلال و خباب رضی اللہ عنہما اور بے شمار مومنین و مخلصین کی گردنیں چھڑائیں، نبیؐ کے ساتھ اس سفر ہجرت کے ذریعے یارِ غار بننے والا ہے۔ اُن کے پاس دو اونٹنیاں تھیں سفر ہجرت کے لیے اُنھیں بھی دو ماہ تک ببول کے پتوں کا خوب چارہ کھلا کر تیار کیا۔

نبی کریم ﷺ بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم کے اپنے مقام کو نہیں چھوڑ سکتے تھے جیسا کہ اُن سے کہا گیا

تھا کہ مچھلی والے کی مانند نہ ہو جانا............ لہٰذا آپؐ کو جب دو ماہ بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے اواخر صفر میں یثرب ہجرت کی اجازت ملی تو آپؐ بھی نکل لیے اور ۱۲ ربیع الاول کو اسلام کے نو قیام پذیر مرکز میں پہنچ گئے۔

چند مہینے [۲۶ ماہ کہیے یا دو برس] قبل جب ابو طالب اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپؐ طائف گئے تھے، اور جس بے بسی اور ناتوانی کے ساتھ مطعم بن عدی کے جوار میں مکہ میں داخل ہوئے تھے کون جانتا تھا کہ آپؐ جلد ایک مملکت کے سربراہ بن جانے والے ہیں جو آنے والی دو دہائیوں میں جزیرۃ العرب کا نقشہ تبدیل کر دے گی اور انسانی تاریخ ایک انقلابی موڑ مڑ جائے گی۔ یہ دوسری بیعت عقبہ یا بیعت عقبہ کبریٰ در حقیقت عقبہ کی وادی میں اہلِ یثرب کے ساتھ تیسری مجلس تھی۔ اصل میں تو سنہ گیارہ نبوی میں، اسعد بن زرارہؓ سمیت چھ افراد کے ہم راہ پہلی مجلس بنیادی مجلس تھی۔ اُس مجلس کے ثمرات میں، اسلام ساری دنیا سے جاہلی تہذیب و تمدن کو مٹانے کے لیے ایک وطن کی بنیاد رکھنے میں آج کام یاب ہو گیا تھا تاکہ لیظہرہ علی الدین........ کی تکمیل ہو سکے۔ پہلے تین برسوں میں حاصل ہونے والے نفوسِ قدسیہ کے بعد عقبہ میں ملنے والے چھ افراد پر مشتمل یہ دوسرا بڑا انعام تھا یا وہ بڑی کام یابی تھی جو اسلامیان نے اپنی دعوت کے آغاز سے اب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ سے حاصل کی تھی۔

ہجرت کے چند مناظر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں نے ہجرت کی ابتدا کر دی۔ مشرکین اُن کی روانگی سے پریشان ہو گئے، کیوں کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ نہ صرف اب اُن کے تجارتی راستوں کے درمیان واقع یثرب سے اُن کی تجارتی اور معاشی ناکہ بندی ہو گی بلکہ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے جائز وارث بن کر مسلمان کعبے پر بھی اپنا حق جتائیں گے اور اُس کے انتظام کی سعادت اُن سے چھین لیں گے۔

ابن سعد نے 'طبقات' میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ

ہم خانہ کعبہ کا دروازہ ہفتہ میں سوموار اور جمعرات، دو دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہونے لگے، تو میں نے دروازہ بند کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نازیبا کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس حرکت کو برداشت کیا اور فرمایا: "عثمان! ایک دن آئے گا تو دیکھے گا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی۔ میں جسے چاہوں گا، دوں گا۔ میں نے کہا: کیا سارے قریشی ہلاک ہو چکے ہوں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ اس دن قریش زندہ ہوں گے اور عزت پائیں گے۔"
آپ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل تو ہو گئے مگر آپ ﷺ کی یہ بات میرے دل میں جم گئی اور میں نے یقین کر لیا کہ جو آپ ﷺ نے فرمایا ہے، ایسا ہو کر رہے گا۔
جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "عثمان! چابی لاؤ"
میں نے چابی لا کر دے دی۔ آپ ﷺ نے وہ چابی اپنے ہاتھ میں لی،
پھر یہ کہتے ہوئے واپس کر دی: "یہ چابی لو، یہ ہمیشہ تمھارے پاس رہے گی۔ اگر کوئی تم سے چھینے گا تو وہ ظالم ہو گا"۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

ابن ہشام اور طبری کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بیعت عقبۂ ثانیہ سے ایک سال پہلے یثرب ہجرت کر چکے تھے۔ حبشہ سے واپس آکر انھیں پھر سے قریش کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا تو حبشہ لوٹنا چاہا، لیکن انصار کے اسلام کی اطلاع اور آپؐ کے اِذن ہجرت کا سن کر یثرب کا رخ کیا۔ خزیمہؓ بن ثابت کی روایت مختلف ہے کہ ابو سلمہ محرم کی ۱۰ تاریخ کو مدینہ پہنچے۔ ابن اسحاق کے بقول ابو سلمہ رضی اللہ عنہ پہلے مہاجر تھے۔ اس لیے کہ انھوں نے ہجرت کی عمومی اجازت سے قبل ہی خصوصی اجازت پر بیعت عقبہ ثانی سے ایک سال پہلے ہجرت کی تھی [۱۲۴]۔ اُمّ سلمہ نے اِس ہجرت کی، جو تفصیل بیان کی اُس کے مطابق ابو سلمہ نے مدینہ روانہ ہونے کے لیے مجھے اونٹ کے کجاوے پر بٹھایا، ہمارا بیٹا سلمہ میری گود میں تھا۔ اونٹ کی مہار پکڑ کر نکلے ہی تھے کہ میرے قبیلے بنو مغیرہ کے لوگ آ گئے اور انھوں نے کہا بلا شبہ یہ آپ کی بیوی ہے! بحیثیت شوہر تو آپ کے حقوق فوقیت رکھتے ہیں، لیکن یہ بتائیے کہ یہ لڑکی تو ہمارے گھر کی ہے، آخر کس حق کی بنا پر ہم آپ کو اجازت دیں کہ آپ اسے شہر، شہر گھماتے پھریں؟ اور کہا: اپنے بارے میں تو تم آزاد تھے کہ ہماری بات نہ مانی۔ ہم

۱۲۴ یہاں کہا جا رہا ہے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، ہجرت کی عمومی اجازت کے بعد پہلے مہاجر ہیں؛ مگر جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ پہلے مہاجرت اختیار کرنے والے مصعب بن عمیرؓ ہی تھے۔ ابو سلمہؓ اس لحاظ سے اوّلین کہے جا رہے ہیں کہ زمانی اعتبار سے، اُنھوں نے سب سے پہلے یثرب کو ہجرت کی مگر یہ ایک خصوصی معاملہ تھا، ابھی تک اہلِ یثرب سے نبی ﷺ کا ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا جس کے تحت وہ آپ ﷺ کی اور دینِ اسلام کی حفاظت کے پابند ہوتے، بلکہ عقبہ ثانیہ سے ایک سال قبل اسلام کا چرچا وہاں ضرور ہو گیا تھا مگر یہ کسی کو سان گمان بھی نہیں تھا کہ یہ بستی پہلی اسلامی مملکت بننے جا رہی ہے جس کے پہلے سربراہ رسولِ اکرم ﷺ ہوں گے۔

تمھارا یہ حق کیسے تسلیم کرلیں کہ ہماری بیٹی کو ساتھ لے کر گھومتے پھرو؟ [۱۲۴] پھر اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور مجھے ابو سلمہ کے ساتھ جانے سے روک لیا۔ اس پر ابو سلمہؓ کے گھر والے غصّے سے بپھر گئے اور انھوں نے کہاکہ جب تم لوگوں نے اپنے خاندان کی عورت کو ہمارے آدمی سے چھین لیا تو ہم اپنا بیٹا بھی تمھارے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ چناں چہ دونوں فریقوں نے اس بچے پر کھینچاتانی کی جس کے نتیجے میں اس کا ہاتھ اکھڑ گیا۔اور ابو سلمہ کے گھر والے [بچے کے ددھیالی] بچے کو اپنے ساتھ لے گئے، [۱۲۵] یوں میرا گھر تین ٹکڑوں میں بٹ گیا، باپ الگ، بیوی الگ اور بیٹا کہیں اور؛ قصّہ المختصر یہ کہ ابو سلمہ یثرب کو تنہا روانہ ہو گئے، میں اپنے میکے میں روک لی گئی اور میرا بیٹا، سلمہ بنو عبدالاسد کے قبضے میں چلا گیا۔ آنے والے دنوں میں، ایک سال تک میں روز علی الصبح مکہ سے ذرا باہر ریت میں اُسی جگہ جا بیٹھتی جہاں شوہر اور بیٹے سے جُدائی ہوئی تھی اور شام تک روتی رہتی۔ آخر کار میرے خاندان کے ایک شخص کو، جو میرا چچا زاد تھا، میری آہ وزاری پر ترس آگیا۔اس نے قبیلے کے بڑوں سے کہا: کہ اس کم زور اور بے استطاعت کو جانے کیوں نہیں دیتے؟ اسے بلا وجہ کیوں اس کے بیٹے اور شوہر سے جدا کر رکھا ہے۔اس پر مجھے میرے قبیلے کے بزرگوں نے شوہر کے پاس یثرب جانے کی اجازت دے دی۔

اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو اپنی سسرال والوں سے واپس مانگا جو اُنھوں نے بھی ماں کو واپس کر دیا اور وہ ایک اللہ سے مدد ورہ نُمائی کے آسرے پر اکیلی یثرب کو روانہ ہو گئیں۔ مکہ سے چند میل دور پہنچی تھیں کہ تنعیم کے مقام پر عثمان بن طلحہ نے جو ابھی ایمان بھی نہ لائے تھے، انھیں دیکھ کر پوچھا:

---

۱۲۵ عرب میں جاری اصول اور روایات کے مطابق، شوہر، لڑکی کو اُس شہر سے باہر اُس کے قبیلے/والدین کی اجازت کے بغیر نہیں لے جاسکتا تھا جہاں اُس کی شادی ہوئی ہو۔ شادی شدہ لڑکی کو شہر سے باہر لے جانے پر شوہر سے مطالبہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ اُسے باہر نہ لے جائے، خود جہاں چاہے جائے، شوہر کے جانے پر سسرال والے پابندی نہیں لگا سکتے تھے۔

۱۲۶ بچے کو ددھیال والوں کا چھین لینا، اُس دور کے رسم ورواج اور جاری معاشرتی قوانین کو واضح کرتا ہے۔ ہر بچہ قبیلے کی ملکیت اور اُس کا جُزو ہوتا تھا، کسی کے قبیلے کی شناخت اُس کے باپ سے ہوتی تھی۔ جب لڑکی والوں نے قبیلے کے فرد کے ساتھ یہ زیادتی کی کہ اُسے اپنی بیوی کو نہ لے جانے دیا تو، قبیلے والوں نے جواباً اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے خاتون سے اپنے قبیلے کا بچہ بھی چھین لیا، جس پر اُن کا حق فوقیت رکھتا تھا۔ ابو سلمہؓ کی بیوی کا روکا جانا اور پھر اُن کے بیٹے کا ددھیال والوں کا چھین لینا اسلام دشمنی سے زیادہ قبائل کا آپس میں ناک اونچی رکھنے کے بے ہودہ رواجات کے مظاہر تھے، ناک اونچی رکھنے کے لیے آج بھی ہندو پاکستان میں بے شمار ناانصافیاں ہوتی ہیں۔

اے ابو امیہ کی بیٹی کدھر اکیلی جا رہی ہو؟

یثرب، اپنے شوہر کے پاس۔ اُمّ سلمہ نے جواب دیا

تمھارے ساتھ کوئی نہیں؟ عثمان نے پوچھا

اِس بیٹے کے علاوہ میرے ساتھ کوئی نہیں۔اُمّ سلمہ نے بے نیازی سے جواب دیا۔

عثمان بولے: تمھیں تو یوں اکیلا ہرگز نہیں چھوڑا جا سکتا، پھر ان کے اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنا شروع کر دیا، کئی دن کی مسافت سے، کم و بیش پانچ سو کلو میٹر وہ اُنھیں یثرب کے نواح، قبا میں بنو عمرو بن عوف کی بستی تک لے گئے۔ یہاں پہنچ کر کہا: تمھارا شوہر اسی بستی میں ہے...... اتنا ہی کہا اور خود مکہ واپس، گویا کچھ کیا ہی نہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعدِ انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ

صہیبؓ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ان سے کفّارِ قریش نے کہا کہ تم مکّے میں ہمارے پاس آئے تھے تو حقیر و فقیر تھے لیکن یہاں آ کر تمھارا مال بہت زیادہ ہو گیا اور تم بہت مال دار بن گئے۔اب تم چاہتے ہو کہ اپنی جان اور مال دونوں لے کر یہاں سے نکل جاؤ، واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ صہیبؓ نے کہا: اچھا اگر میں اپنا مال چھوڑ دوں تو تم میری راہ چھوڑ دو گے؟ انھوں نے کہا ہاں۔ صہیبؓ نے کہا: اچھا تو پھر ٹھیک ہے، چلو میرا مال تمھارے حوالے-- ----رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: صہیبؓ نے اس سودے میں نفع اٹھایا۔ واقعی صہیب رضی اللہ عنہ نے نفع اٹھایا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ

ہجرت کے موقعے پر کفار مکہ کے شر سے بچنے کے لیے سب نے خاموشی سے ہجرت کی مگر عمر بن الخطاب کی غیرت ایمانی نے چھپ کر ہجرت کرنا گوارا نہیں کیا۔ عمر بن خطّابؓ کے ساتھ مزید بیس (۲۰) لوگ ہجرت کر رہے تھے [بخاری ۵۵۸/۱]۔ آپؓ نے عیاش بن ابی ربیعہؓ اور ہشام بن عاص بن وائلؓ کے ساتھ طے کیا تھا کہ فلاں جگہ صبح صبح اکٹھے ہوں گے اور وہاں سے ہجرت کی جائے گی۔ صبح دم آپ نے تلوار ہاتھ میں لی کعبہ کا طواف کیا اور حسبِ معمول ٹولیاں بنائے بیٹھے کفار کے گروہوں کو مخاطب کر کے کہا: تم میں سے اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی بیوی بیوہ ہو جائے اس کے بچے یتیم ہو جائیں تو وہ مکہ سے باہر

آکر میرا راستہ روک کر دیکھ لے مگر کسی کافر کی ہمت نہ پڑی کہ آپ کا راستہ روک سکتا۔ یہ چیلنج دے کر آپ مقررہ مقام پر آ گئے۔ عیاشؓ بھی پہنچ گئے لیکن ہشام رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا گیا۔

عیاش رضی اللہ عنہ بن ہشام، ابو جہل کے بھائی کی ہجرت

جب یہ قافلہ مدینہ پہنچ کر قبا میں اترا تو عیاشؓ کے پاس ابو جہل اور اس کا بھائی حارث پہنچے۔ تینوں کی ماں ایک تھی۔ ان دونوں نے عیاشؓ سے کہا: "تمھاری ماں نے نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تمھیں دیکھ نہ لے گی سر میں کنگھی نہ کرے گی اور دھوپ چھوڑ کر نہ سائے میں آئے گی۔ یہ سن کر عیاشؓ کو اپنی ماں پر رحم آ گیا اور ماں کی محبت جاگ اُٹھی۔ عمرؓ نے یہ کیفیت دیکھ کر عیاشؓ سے کہا: عیاشؓ! دیکھو واللہ، یہ لوگ تم کو محض دین کے معاملے میں فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں؛ لہٰذا ان کے چکر میں نہ آؤ۔ اللہ کی قسم، اگر تمھاری ماں کو جوؤں نے اذیت پہنچائی تو وہ کنگھی کرنے لگے گی اور اسے مکہ کی ذرا کڑی دھوپ لگی تو وہ سائے میں چلی جائے گی۔ مگر عیاشؓ نہ مانے اور انھوں نے اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لیے ان دونوں کے ہم راہ پھر دوبارہ آنے کے ارادے سے ماں کے پاس مکہ واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ عمرؓ نے کہا: اچھا جب یہی کرنے پر آمادہ ہو تو میری یہ اونٹنی لے لو۔ یہ بڑی عمدہ اور تیز رو ہے۔ اس کی پیٹھ نہ چھوڑنا اور ان لوگوں کی طرف سے کوئی مشکوک حرکت ہو تو نکل بھاگنا۔ عیاشؓ اونٹنی پر سوار ہو کر ان دونوں کے ہمراہ نکل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ ابو جہل نے کہا: بھئی یہ میرا اونٹ تو بڑا سست نکلا؛ کیوں نہ تم مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھالو"۔ عیاش نے کہا: ٹھیک ہے اور اس کے بعد اونٹنی بٹھا دی۔ ان دونوں نے بھی اپنی اپنی سواریاں بٹھائیں کہ ابو جہل عیاش کی اونٹنی پر پلٹ آئے۔ لیکن جب تینوں زمین پر آ گئے تو یہ دونوں اچانک عیاشؓ پر ٹوٹ پڑے اور اُنھیں رسی سے باندھ کر جکڑ لیا اور اسی بندھی ہوئی حالت میں دن کے وقت مکہ لائے اور کہا، اے اہل مکہ! اپنے بے وقوفوں کے ساتھ ایسا ہی کرو جیسا ہم نے اپنے اس بیوقوف کے ساتھ کیا ہے۔

دو گرفتار عازمین ہجرت کی قید سے رہائی

ہشام اور عیاش رضی اللہ عنہما کفار کی قید میں پڑے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما چکے تو آپؐ نے ایک روز کہا: کون ہے جو میرے لیے ہشام اور عیاشؓ کو چھڑا لائے۔ ولید بن ولید نے کہا: میں آپؐ کے لیے اُن

رجزِ ہجرت - ابو احمد بن جحش

صُبح صُبح جب اُمِّ احمد نے مجھے عازمِ سفر دیکھا کہ میں اُس ہستی کی حفاظت میں نکل رہا ہوں
جس سے بن دیکھے خوف و خشیت رکھتا ہوں،
تو وہ کہنے لگی کہ اگر لازماً تمھیں یہ اقدام کرنا ہی ہے تو یثرب جانے کا خیال چھوڑو اور ہمیں کسی دوسرے علاقے میں لے چلو!
اُس پر میں نے اسے جواب دیا کہ بس اب تو یثرب ہی ہماری منزلِ مقصود ہے
اور خدائے رحمان جدھر چاہتا ہے، بندہ اُدھر ہی سوار ہو کے نکلتا ہے۔
کتنے ہی چہیتے ساتھیوں اور کتنے ہی خیر خواہوں کو ہم نے پیچھے چھوڑا اور کتنی ہی غمگسار خواتین تھیں کہ، جو آنسو بہاتی اور شیون کرتی رہ گئیں!
تم سمجھتی ہو کہ ہمارا ترکِ وطن اس غرض سے ہے کہ ہم جلاوطن کرنے والوں سے انتقام لینے کے قابل ہوں۔ حالاں کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ کچھ اور ہی مقاصد ہیں جن کی ہمیں تمنا ہے!
ایک ہم ہیں، اور ایک ہمارے وہ دوست ہیں، جو راہِ راست سے دور ہٹ گئے ہیں اور اُنھوں نے ہمارے خلاف ظلم کے ہتھیار اُٹھائے اور ہنگامہ برپا کر دیا۔
یہ کشمکش کرتے ہوئے دو فریق ہیں، جن میں سے ایک کو حق کی علم برداری کی توفیق ملی ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہے۔ دوسرا فریق خدا کے عذاب کی زد میں آنے والا ہے۔
اگرچہ ہم اِن کے ساتھ ارحام کے لحاظ سے گہری قرابتیں رکھتے ہیں، لیکن جہاں [نظریات و مقاصد کا] دلی رشتہ نہ جوڑا گیا ہو، وہاں محض ارحام کی قرابت نہیں چل سکتی!
ایک دن آئے گا، جب تمھاری وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی اور تمھارے اجتماعی نظم کا شیرازہ بکھر جائے گا۔
اُس وقت تم اچھی طرح جان لوگے کہ ہم دونوں گروہوں میں سے کون ٹھیک حق پر کاربند ہے۔

[تلخیص، ماخذ محسنِ انسانیت]

کو لانے کا ذمہ دار ہوں۔ پھر ولید خفیہ طور پر مکہ گئے اور ایک عورت جو اُن دونوں کے پاس کھانا لے کر جا رہی تھی اس کے پیچھے پیچھے جا کر ان کا ٹھکانہ معلوم کیا۔ یہ دونوں ایک بغیر چھت کے احاطے میں قید تھے۔ رات ہوئی تو ولید بن ولیدؓ دیوار پھلانگ کر ان دونوں کے پاس پہنچے اور بیڑیاں کاٹ کر اپنے اونٹ پر بٹھایا اور مدینہ بھاگ آئے۔ مذکورہ روایت کے ساتھ ابنِ ہشام اِن دونوں بزرگوں کی مدینے واپسی کی ایک مختلف روایت بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دو حضرات کفار کے تشدد سے تنگ آکر زبان سے وہ کچھ کہہ گئے جس پر دل مطمئن نہ تھا اور ڈرنے لگے کہ اب اُن کے اس فعل کی بنا پر معافی کی کوئی سبیل نہیں ہے، عمرؓ نے سورہ زمر کی آیات ۵۲ تا ۵۳ لکھ کر کسی طرح ہشام کو بھجوائیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، شروع میں ان آیات کے مطلب کا اطلاق وہ نہ سمجھ پائے مگر آخر جان گئے کہ یہ اُنھی کے لیے ہے اور اُنھیں معافی و رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ انھوں نے یہ تحریر عیاشؓ کو دکھائی اور دونوں نے اپنے اسلام کی تجدید کی اور مناسب موقع پا کر مکہ سے نکل گئے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ دونوں مرویات میں سے کون سی حقیقت سے قریب تر ہے۔

اللہ کی راہ میں چھوڑے ہوئے گھر اور جایدادیں

قبیلہ بنو غنم کے ایمان قبول کرنے والے تمام لوگ یثرب ہجرت کر گئے اور گھروں کو تالے پڑ گئے۔ عبداللہ بن جحش کے جانے کے بعد اُن کے گھر پر بھی تالا تھا؛ ایک اُسی تالے والے مکان پر کیا موقوف، بنو ابو بکیر اور بنو مظعون کے مکینوں سے خالی مقفل گھروں میں بھی ہوا سائیں سائیں کرتی تھی۔ ایک روز، عتبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور عمرو بن ہشام [ابوجہل] کہیں جاتے ہوئے بنو جحش کے ویران و بے آباد، بند محلّے سے گزرے۔ عتبہ نے ایک آہِ سرد بھری اور کسی شاعر کا ایک مشہور شعر پڑھا:

وکل دار وإن طالت سلامتها ۔	یومًا ستدركها النكباء والحوب
کوئی گھر خواہ کتنی دیر آباد و کھڑا رہے،	ایک دن الٹے رخ کی ہوا چلتی ہے اور اس پر ویرانیاں چھا جاتی ہیں۔

ابوجہل نے کہا: [اپنا دین و وطن چھوڑ بھاگنے والے کے] اس گھر پر کوئی نہ روئے گا۔

پھر عباس بن عبدالمطلب سے مخاطب ہوا کہ یہ سب تمھارے برادر زادے کا ہی کیا دھرا ہے!

اس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا، قوم کا شیرازہ بکھیر دیا ہے اور ہم میں جدائیاں ڈال دی ہیں۔

کچھ عرصے کے بعد لوگوں نے اِن بے آباد متروکہ گھروں پر قبضہ کر لیا۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مکان پر قبضے کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

عبداللہ، کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ اللہ تمھیں جنت میں اس سے بہتر گھر عطا کر دے؟

کیوں نہیں، ابن جحشؓ نے جواب دیا۔

فرمایا: اِس کے عوض جنت کا ایک گھر تمھیں مل چکا ہے!

مکہ فتح ہوا تو بعض صحابہ نے اپنے گھروں کی بات چھیڑی۔ آپؐ نے ٹال دیا تو صحابہؓ جان گئے کہ اللہ کا نبی پسند نہیں کرتا کہ جو مال اللہ کی راہ میں چلا جائے، اس کی واپسی کی کوشش کی جائے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت میں تاخیر کیوں ہوئی

اہلِ یمان کی یثرب کی جانب ہجرت کی بات مکمل کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اُس ذاتِ گرامی کا بھی ذکر ہو جس نے ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے علاوہ ابھی تک صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خاندان باقی تھا جو یثرب منتقل نہیں ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو اس شہر کی طرف ہجرت کرنے کا اذن عطا فرمایا تو اطاعتِ حکم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اجازت مانگی کہ کوئی کام اپنے دوست کے مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے۔ آپؐ نے کہا جلدی نہ کرو، بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ابھی ایسا نہ کرو، شاید اللہ ہجرت کے لیے تمھارا کوئی ساتھی پیدا کر دے۔ یہ آپؐ کا اپنی طرف اشارہ تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیوں کا انتظام تو کر ہی لیا تھا، اپنے محبوب دوست کی معیت میں مکہ سے کوچ کے انتظار کے ساتھ اُس کے لیے مزید منصوبہ بندی اور انتظامات بھی کرنے لگے۔ آخر ایک دوپہر آپؐ خلافِ معمول ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور فرمایا: مجھے مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بے تابی سے کہا: "یارسول اللہ! ساتھی کی ضرورت ہو تو آپؐ کا ساتھی موجود ہے۔ رسول اللہؐ نے جب اثبات میں جواب دیا تو آپ خوشی سے رونے لگے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ انسان خوشی میں بھی روتا ہے۔ اس سے قبل میں نہیں جانتی تھی کہ انتہائی خوشی کے موقع پر بھی انسان کے آنسو نکل آتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے واقعے کی تفصیلات آنے والے اوراق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قتل کی سازش کی تفصیلات کے بعد پڑھیں گے کہ قتل کی سازش اللہ کے غضب کو بھڑکانے والا قریش کا وہ بدترین جرم تھا کہ جس کے سبب نبی کے قیام کی نعمت کو، جسے اللہ تعالیٰ نے شہرِ مکہ کو بخشا تھا، اُن سے چھین لی گئی اور آپؐ

کو یثرب کی جانب ہجرت کا اذن دے دیا گیا، یثرب نے ثابت کیا کہ وہ دنیا کے کسی بھی شہر سے زیادہ مدینۃ النبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بننے کا اہل ہے، واہ یثرب، واہ تیری قسمت، تُو یثرب سے ہمیشہ کے لیے مدینۃ النبیؐ بن گیا! حق بہ حق دار رسید!

اس سے قبل کہ ہم قتل کی سازش کے اسباب پر غور کریں اور اُس کا انجام دیکھیں ، اگلے دو ابواب [۱۰۴ اور ۱۰۵ میں] میں اُس زمانے میں نازل ہونے والی قرآن مجید کی ایک ایک رکوع پر مشتمل آخری دو تنزیلات پر تدبر کی نگاہ ڈال لیں، جب مکے کے مسلمان یثرب کی جانب ہجرت کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

اقامت صلٰوۃ کا قرآن میں تذکرہ

نبوت کے پانچویں برس میں تین سورتوں سُوْرَةُ طٰهٰ، سُوْرَةُ لُقْمٰن اور سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت، میں اقامت صلٰوۃ کا تذکرہ ہے۔ نبوت کے چھٹے برس میں دو سورتوں سُوْرَةُ الشُّوْرٰي اور سُوْرَةُ الرُّوْم میں اس کا تذکرہ جاری رہا۔ ساتویں اور آٹھویں برس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔ نبوت کے نویں برس میں صرف ایک سورہ، سُوْرَةُ فَاطِر، میں اس کا ذکر آیا، دسواں برس اس تذکرے سے خالی رہا، پھر گیارہویں برس میں دو سورتوں سُوْرَةُ يُوْنُس، سُوْرَةُ هُوْد، میں اقامت صلٰوۃ کا تذکرہ آیا۔ بارہویں برس میں تین جگہ سُوْرَةُ الرَّعْد، سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم، سُوْرَةُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْل، میں اس کا اعادہ ہوا۔ تیرہویں برس میں اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین سورتوں میں بیان کیا، پچھلی جلد میں سُوْرَةُ الْاَعْرَاف، میں یہ تذکرہ بیان ہو چکا ہے اب سُوْرَةُ الْاَنْعَام، میں بھی آچکا ہے، مکی زندگی میں آخری بار یہ تذکرہ ۱۴ویں برس کے آغاز میں سُوْرَةُ الْبَيِّنَة میں آئے گا۔ اس طرح یہ کل ۱۴ سورتوں میں ۱۶ مرتبہ آچکا ہے۔ مزید ۲۲ مرتبہ مدنی زندگی میں اس کی یاد دہانی ہو گی۔